علم الاسناد امتِ مسلمہ کی خصوصیت اور عصرِ حاضر میں اس کی ضرورت

‘Ilm ul Isnād as Attribute of Muslim Ummah and its Significance in the Current Scenario

Dr. Hafiz Abdus Salam Samar
Assistant professor Govt. Graduate College Bahawalpur
ab.samar786@gmail.com
Dr. Sami Ullah
Assistant Professor, Department of Persian, Government College University, Faisalabad, drsamiullah@gcuf.edu.pk

Abstract:

‘Ilm-ul-Isnād is the hallmark of the Muḥammadan Ummah. Muslims can rightly be proud of it and tell the nations of the world how much they love their Prophet (peace and blessings of Allāh be upon him). In order to preserve the words and deeds of Prophet (Peace be Upon Him) along with his whole attire of life has been created through ‘Ilm-ul-Isnād and biography of interpreter of Aḥādīth. The importance and need of this knowledge is acknowledged since the beginning. Many great scholars have regarded ‘Ilm-ul-Isnād not only as part of religion but also considered it as one of the foundations of religion. Denial of Aḥadīth is the result of ignorance and carelessness towards ‘Ilm-ul-Isnād. The process of spreading Aḥādīth on social media without Sanad can be stopped through Sanad. There is the need of the hour that ‘Ilm-ul-Isnād should be taught in Islamic Educational Institutions as a subject.

Keywords: ‘Ilm-ul-Isnād, Interpreters, Aḥādīth, Sanad, Modern World, Social Media.

فن اسماالرجال میں جرح وتعدیل کی اہمیت مسلم ہے۔عہد رسالت سے امت جوں جوں بعدِ زمانی کیوجہ سے دور ہوتی گئی،فَساد اور بگاڑ پیدا ہوتا گیا، فتنے اور مختلف فرقے وجود میں آتے گئے، باطل کی ریشہ دوانیوں اور دسیسہ کاریوں کے سبب رسول اللہ ﷺ کی احادیث میں کذب ووضع کو داخل کیا جانے لگا۔قدرت کو جس طرح اپنے کلام پاک کی حفاظت مطلوب تھی اسی طرح اپنے نبی ﷺ کی سنت اور حدیث کو بھی محفوظ رکھنا منظور تھا کیوں کہ سنت قرآن کا بیان اور اس کی تفسیر ہے۔قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالی ہے:

”وَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ“۔

"اور اے حبیب! ہم نے تمہاری طرف یہ قرآن نازل فرمایا تاکہ تم لوگوں سے وہ بیان کردو جواُن کی طرف نازل کیا گیاہے اور تاکہ وہ غور وفکر کریں"۔[1]

”عن حسان بن عطية, قال:كان جبريل ينزل على رسول الله ﷺ بالسنة كما ينزل عليه بالقرآن , يعلمه إياها كما يعلمه القرآن“۔

"حضرت جبریل علیہ السلام نبی کریم ﷺ پر سنت بھی اسی طرح لے کر نازل ہوتے تھے جس طرح قرآن حکیم لے کر نازل ہوتے تھے۔آپ ﷺ کو سنت بھی اسی طرح سکھاتے تھے جس طرح قرآن سکھاتے تھے"۔[2]

اس لیے حق تعالی نے ایسے رجال کار پیدا فرمادیے جنکے ذمے حدیث رسول ﷺ سے کذب کو دور کرنا اور امت کے سامنے باطل کے دجل وفریب اور تلبیس کا پردہ چاک کرنا تھا۔اس طرح روایت ودرایت کے اصول وضع کیے گئے ،راویوں کے حالات وواقعات جانچنے کے لیے فن اسماءالرجال وجود میں لایا گیا۔اور جرح وتعدیل کے قواعد مرتب کیے گئے۔بڑے بڑے ائمہ حدیث کی رجال اور طبقات رواۃ پر بے شمار کتب وجود میں آگئیں۔اس طرح پانچ چھ لاکھ شخصیات کا تذکرہ ہمارے سامنے آگیا۔

---

[1]۔القرآن،16:44

Al-Qur'ān 16:44

[2]۔الخطیب البغدادی،احمد بن علی،الکفایہ فی علم الروایۃ،مؤسسۃ الرسالۃ، (بیروت،لبنان، الطبعۃ الاولی،۱۴۳۴ھ)،ص ۲۱

Al-Khaṭīb al-Baghdādī, Aḥmad bin 'Alī, al-Kifāyah fī 'ilm al-riwāyah, Mo'assisatah al-Risālatah, (Berūt, Lubnān, al-ṭaba'tah, al-aolā, 1434 A.H), P.21

اگرچہ اسماء الرجال اور جرح وتعدیل کی بنیادیں قرآن وسنت میں موجود ہیں، متقدمین علماء کی کتب میں اس علم کے قواعد بھی موجود ہیں، لیکن اسے بطور علم متأخرین علما ومحدثین نے متعارف کرایا اور اس پر مستقل کتب تصنیف کیں۔ اس کے مسائل زیر بحث لائے، قواعد کی تشریح کی اور جرح وتعدیل کے الفاظ بیان کیے۔ جرح وتعدیل کی بنیاد اسناد پر ہے یعنی راویوں کا وہ سلسلہ جس کے ذریعے متن تک پہنچا جاتا ہے اسے اسناد کہتے ہیں۔ اب اس نے باقاعدہ ایک علیحدہ علم کی صورت اختیار کر لی ہے۔ جس کی ضرورت واہمیت کے حوالے سے بہت سارے مضامین اور مقالہ جات لکھے جا چکے ہیں اور ایک درجن کتابیں بھی منظر عام پر آچکی ہیں لیکن اس کے باوجود بھی بہت سارے گوشے ایسے ہیں جن پر کام کرنے کی ابھی ضرورت ہے بالخصوص اردو زبان میں ''علم الاسناد کی امتِ مسلمہ کے ساتھ اختصاص اور عصر حاضر میں اس علم کی ضرورت'' کے موضوع پر کوئی جامع مضمون نظر سے نہیں گزرا اگرچہ جزوی طور پر مضمون نگاروں نے ذکر کیا ہے۔

علم الاسناد کا آغاز وارتقاء:

عہدِ نبوی ﷺ اور عہدِ خلفائے ثلاثہ میں امت کو سند کی ضرورت نہیں تھی کیوں کہ امت شریعت مطہرہ کے احکام کی پیروی واتباع کر رہی تھی اور ہر معاملے میں اس کی حاکمیت کو بھی تسلیم کر رہی تھی۔ شرعی احکام سے کوتاہی کرنا یا اس کی حدود سے تجاوز کرنا اس وقت کے افرادِ امت سے متصور نہیں ہو سکتا تھا۔ صاحبِ شریعت ﷺ کی تعدیل اور اجماعِ امت سے تمام صحابہ کرام عادل تھے۔ کسی قسم کی خیانت، جھوٹ، فریب اور دھوکہ دہی سے انہیں متہم نہیں کیا جا سکتا تھا بلکہ ان کی ہستیاں اس سے کہیں بلند تھیں کہ یہ باتیں ان کی طرف منسوب کی جائیں۔ عام صحابہ بھی صاحبِ تقویٰ وورع تھے، اور وہ اس طرح کیوں نہ ہوتے جبکہ انہیں شب وروز حضورِ اکرم ﷺ کی صحبت میسر تھی، سفر وحضر میں آپ ﷺ کی رفاقت نصیب تھی، آپ ﷺ کے کلام مبارک کو سنتے تھے، افعالِ مقدسہ کا مشاہدہ کرتے تھے، آپ ﷺ کے اوامر کی بجا آوری کرتے اور نواہی سے مجتنب رہتے تھے۔ پھر حق تعالیٰ نے روزِ ازل سے انہیں اسلام کا علم اٹھانے اور روئے زمین پر اپنے نظام کے نفاذ کے لیے چن لیا تھا۔

جب حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے ساتھ آپ کی خلافت اختتام پذیر ہوئی اور اختلافات رونما ہوئے تو اسلام دشمن عناصر کو فتنہ وفساد کی آگ بھڑکانے اور تفرقہ بین المسلمین ڈالنے کا بہترین موقع مل گیا۔ اس کام کے لیے محفوظ راستہ انکے نزدیک یہی تھا کہ خود کو اسلام کی طرف منسوب رکھیں اور اپنی دسیسہ کاریوں سے اس دین کو اندر سے کھوکھلا کریں۔ اسلام کے یہ دعویدار حضرت رسولِ خدا ﷺ کی طرف جھوٹی اور منگھڑت باتیں منسوب کر کے اس امت کے افراد کو تشکیک میں مبتلا کرنے لگے۔ بظاہر اس میں ایک فریق کی دوسرے کے

مقابلے میں حمایت اور ایک طبقے کی دوسرے طبقے پر فضیلت کا جذبہ کار فرما تھا۔ بہر حال ان کا یہ طریقہ کار گر ثابت ہوا۔ بہت سارے طبقات اور عوام ان کے دامِ فریب میں پھنس کر بھٹک گئے اور گمراہی کے دلدل میں جا گرے۔

لیکن وہ ربِ کریم جس نے اس دین کی حفاظت کا ذمہ خود لے رکھا ہے، اس فتنے کو جڑ سے اکھیڑنے کے لیے اس نے ایسے ائمہ ھدی پیدا فرما دیے جو باطل کا پردہ چاک کر کے حق کی طرف رہنمائی کرتے ہیں، ایسے منافقوں کے جھوٹ کو ظاہر کرتے ہیں، ان کے دجل وفریب کے تاروپود بکھیر کے رکھ دیتے ہیں اور ان کے شر کو ان کی طرف لوٹا دیتے ہیں۔ اس طرح ان ائمہ کرام نے اس گروہ کے عیب کشائی کی اور امت کے سامنے نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب غلط اور من گھڑت بہت ساری احادیث کو واضح کر دیا، ان کی اسانید تلاش کیں اور راویوں کے حالات کی تحقیق و تفتیش کی۔ امام مسلم بن حجاج قشیری (م261ھ) نے مقدمہ صحیح مسلم میں امام محمد بن سیرین (م110ھ) سے روایت کیا ہے:

"لم يكونوا يسألون عن الإسناد، فلما وقعت الفتنة، قالوا: سموا لنا رجالكم، فينظر إلى أهل السنة فيؤخذ حديثهم، وينظر إلى أهل البدع فلا يؤخذ حديثهم"۔

"ائمہ حدیث (کسی بھی حدیث کی) سند کے متعلق نہیں پوچھتے تھے، جب فتنہ رونما ہوا تو کہتے: اپنے رجالِ حدیث کے نام بتاؤ، پس اہلسنت کی طرف دیکھا جاتا اور ان کی حدیث لے لی جاتی اور اہل بدعت کی طرف دیکھا جاتا اور ان کی حدیث نہیں لی جاتی تھی"۔[3]

امام ابن سیرین (م110ھ) کے حوالے سے یہی بات خطیب بغدادی (م463ھ) نے "الکفایہ"[4] میں، امام ترمذی (م279ھ) نے "علل الترمزی"[5] میں اور امام رامھرمزی (م360ھ) نے "المحدث الفاصل" میں درج کی ہے۔[6]

3۔ مسلم بن حجاج، القشیری، صحیح مسلم، مقدمہ، (داراحیا الکتب العربیۃ، قاھرہ، الطبعۃ الاولی ۱۳۴۷ھ)، ص ۱۵

Muslim bin Ḥajjāj, al-Qusherī, Ṣaḥīḥ Muslim, Muqadma, (Dār Aḥyā al-Kutab al-ʻArabiah, Qāhirah, al-ṭabaʻtah al-aolā, 1347 A.H), P.15

4۔ الکفایہ، ص ۱۴۰

Al-Kifāyah, P.140

5۔ ترمذی، ابو عیسی، محمد بن عیسی، علل الترمذی، (مکتبۃ احمد الثالث، ترکی، الطبع س ن)، ج ۱، ص ۵۱

محدثین کی طرف سے سند کے متعلق پوچھ گچھ کا سلسلہ مختار بن ابی عبید ثقفی (م 67ھ) کذاب کے زمانہ سے شروع ہوا۔ یہ شخص وضاعین (حدیثیں گھڑنے والوں) کو بھاری عطیات محض اس لیے دیتا تھا تاکہ وہ اس کے حق میں احادیث وضع کر کے اس کے معاملے کو تقویت پہنچائیں۔ امام خطیب بغدادی (م 463ھ) اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

”لم يكن الناس يسألون عن الإسناد حتى كان زمن المختار فاتهموا الناس“۔

"لوگ سند کے متعلق نہیں پوچھتے تھے یہاں تک کہ مختار ثقفی کا زمانہ آگیا۔ انہوں نے دوسرے لوگوں کو متہم کر دیا"۔[7]

مختار ثقفی اور اس کے گروہ کے سبب پھیلنے والے فساد اور کذب کی وجہ سے متأخرین صحابہ اور کبار تابعین بہت زیادہ محتاط ہو گئے اور قبولِ احادیث کے سلسلے میں کافی حد تک خود کو بچانے لگے۔ اس بات کا اندازہ اس روایت سے لگایا جا سکتا ہے جو امام مسلم نے مقدمہ میں درج کی ہے:

"حضرت مجاھد فرماتے ہیں کہ بشیر العدوی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنھما کے پاس آکر حدیثیں بیان کرنے لگا، قال رسول اللہ ﷺ، قال رسول اللہ ﷺ کہنے لگا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنھما نے اس کی طرف نہ کان دھرے اور نہ اس طرف دیکھا۔ وہ کہنے لگا: اے ابن عباس! کیا وجہ ہے کہ تو میری حدیث نہیں سن رہا؟ میں رسول اللہ ﷺ کی تجھے حدیث بیان کر رہا ہوں اور تم نہیں سن رہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنھما نے فرمایا: ایک وقت تھا جب ہم کسی آدمی کو یہ کہتے ہوئے سنتے: ''قال رسول'' اللہ ﷺ، تو ہماری آنکھیں اس کی طرف

Tirmizī, Abū ‘Esā, Muḥammad bin ‘Esā, ‘Ilal al-tirmizī, (Maktabah Aḥmad al-Thālith, Turkī, al-ṭaba)‘, Vol.1, P.51

[6]۔ الرامھرمزی، أبو محمد، حسن بن عبدالرحمن، المحدث الفاصل، (دار الفکر، بیروت، الطبعۃ الاولی ۱۳۹۱ھ)، ص ۲۰۸۔۲۰۹

Al-Ramihirmizī, Abū Muḥammad, Ḥassan bin ‘Abdul Reḥmān, al-Muḥadith al-Fāsil, (Dār ul-Fikr, Berūt, al-ṭaba‘tah al-aolā, 1391 A.H), P.208-29

[7]۔ الخطیب البغدادی، احمد بن علی، الجامع لأخلاق الراوی وآداب السامع، (مکتبۃ المعارف، ریاض، الطبعۃ الاولی ۱۴۰۳ھ)، ج ۱، ص ۱۳۰

Al-Khaṭīb al-Baghdādī, Aḥmad bin ‘Alī, al-Jāme al-Akhlāq al-Rāwī wa Adab al-Samay, (Maktabah al-Muarif, Riaz, al-Tabatah al-Awla 1403 A.H), Vol.1, P.130

دوڑتیں اور ہم ہمہ تن گوش ہو جاتے۔اب جب لوگ ہر اچھے اور برے راستے پہ چلنے لگ گئے ہیں تو ہم انہیں لوگوں سے حدیث لیتے ہیں جنہیں ہم پہچانتے ہیں"۔[8]

پھر بعد کے زمانے میں جب جھوٹ اور جھوٹے راوی عام ہو گئے تو تابعین اور ان کے بعد والے ائمہ و محدثین باالتزام اسانید کے ساتھ احادیث کا سماع کرنے لگے تاکہ کھرے کو کھوٹے سے، یقین کو ظن سے اور صحیح کو غلط سے علیحدہ کر سکیں۔ان ائمہ نے لوگوں کو بھی سند کی طرف متوجہ کیا اور انہیں باور کرایا کہ اسناد دین کا حصہ ہے۔امام مسلم (م261ھ) مقدمہ صحیح مسلم[9] میں، امام ابن ابی حاتم (م327ھ) الجرح والتعدیل[10] میں، امام رامھرمزی (م360ھ) المحدث الفاصل[11] میں اور امام خطیب بغدادی (م463ھ) الکفایہ فی علم الروایہ[12] میں اپنی اپنی سند کے ساتھ امام محمد بن سیرین (م110ھ) سے روایت کرتے ہیں:

"إن هذا العلم دين، فانظروا عمن تأخذون دينكم"۔

"یہ علم (حدیث) دین ہے۔پس اچھی طرح دیکھ لو کس سے دین حاصل کر رہے ہو"۔

بعض ائمہ نے یہی الفاظ حضرات صحابہ اور دیگر تابعین سے بھی روایت کیے ہیں۔

8۔ مسلم، صحیح مسلم، ص ۱۳

Muslim,Ṣaḥīḥ Muslim, P.13

9۔ ایضاً، ص ۱۴

Ibid, P.14

10۔ ابن ابی حاتم، ابو محمد، عبدالرحمن بن محمد، الجرح والتعدیل، (دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة، س ن)، ج ۱، ص ۱۵

Ibn e Abī Ḥātim, Abū Muḥammad, Abdul Reḥmān bin Muḥammad, al-Jaraḥ wa al-Tadīl, (dār al-Kutab al-'Ilmiyah, Berūt, al-Ṭab'tah), Vol.1, P.15

11۔ الرامھرمزی، المحدث الفاصل، ص ۴۱۱

Al-Rāmihirmizī, P.411

12۔ الخطیب البغدادی، الکفایہ، ص ۱۹۷

Khateeb Baghdādī, Al-Kifāyah, P.197

امام مسلم(م261ھ)نے مقدمہ صحیح مسلم[13] میں،امام ترمذی(م279ھ)نے علل الترمذی[14] میں،امام ذھبی(م748ھ)نے تذکرۃالحفاظ[15] میں اور امام خطیب(م463ھ)نے الکفایہ[16] میں اپنی اپنی سند سے امام عبداللہ بن مبارک(م181ھ)سے یہ بھی روایت کیاہے:'

"الإسناد من الدين، ولولا الإسناد لقال من شاء ما شاء"۔

"اسناددین کاحصہ ہے۔اگراسنادنہ ہوتی توکوئی بھی شخص جوچاہتاکہ دیتا"۔

امام ابن حبان(م354ھ)نے اپنی سند کے ساتھ حضرت سفیان ثوری(م161ھ)سے بیان کیاہے:

"الإسناد سلاح المؤمن، إذا لم يكن معه سلاح فبأي شيء يقاتل"۔

"اسنادمومن کاہتھیارہے،اگراس کے ساتھ اسلحہ نہ ہوتوکس چیزکے ساتھ قتال کرے گا"۔[17]

ابن حبان(م345ھ)نے امام شعبہ بن حجاج(م)سے روایت کیاہے:

"كل حديث ليس فيه حدثنا و أخبرنا فهو مثل الرجل بالفلاة معه البعير ليس له خطام"۔

"جس حدیث میں حدثنااور اُخبرنانہ ہواس کی مثال اس شخص کی سی ہے جوچٹیل میدان میں ہو،اس کے ساتھ اونٹ ہوجس کی نکیل نہ ہو"۔[18]

13۔ مسلم، صحیح مسلم، ص۱۵

Muslim, Ṣaḥīḥ Muslim, P.15

14۔ الترمذی، علل الترمذی،ج۱،ص۵۶

al-Tirmizī,' Ilal al-Tirmizī, Vol.1, P.56

15۔الذھبی،شمس الدین،محمد بن احمد،تذکرۃالحفاظ،(داراحیاالتراث،بیروت،اَلطبعۃ،س ن)،ج۳،ص۱۰۵۴

Al-Dhahbī, Shamas ul-dīn, Muḥammad bin Aḥmad, Tadhkirah al-Ḥufāẓ, (Dār Aḥyā' al-Turāth, Berūt, al-Ṭab'ta), Vol.3, P.1054

16۔ الخطیب البغدادی،الکفایہ،ص۵۵۸

Khateeb Baghdādī,Al-Kifāyah, P.588

17۔ابن حبان،محمد بن حبان،التمیمی،مقدمۃ المجروحین،(دارالوعی،حلب،الطبعۃالاولی۱۳۹۶)،ص۲۷

Ibn-e-Ḥabān, Muḥammad bin Ḥabān, al-Tamimī, Muqadmah al-Majroḥīn, (Dār ul-Wa'ī, Ḥalb, al-ṭaba'tah al-aolā, 1396 A.H), P.27

18۔ابن حبان،،مقدمۃالمجروحین،ص۲۷

علم الاسناد امتِ مسلمہ کی خصوصیت:

علم الاسناد ہی جملہ علومِ اسلامیہ کی بنیاد اور احکام شریعہ کا مدار ہے، اسی کے ذریعے اللہ تعالی نے اپنے دین کو ہر قسم کی تحریف اور تغیر و تبدل سے محفوظ رکھا۔ یہ دین آج بھی اسی طرح تروتازہ اور زندہ باقی ہے جس طرح یہ اترا تھا۔ امام حاکم (م405ھ) فرماتے ہیں:

"لولا الإسناد وطلب هذه الطائفة له وكثرة مواظبتهم على حفظه لدرس منار الإسلام، ولتمكن أهل الإلحاد والبدع فيه بوضع الأحاديث، وقلب الأسانيد، فإن الأخبار إذا تعرت عن وجود الأسانيد فيها كانت بترا"۔

"اگر سند نہ ہوتی، طائفہ محدثین اس کی طلب میں نہ رہتے اور اس کی حفاظت کے لیے حد درجہ مواظبت اختیار نہ کرتے تو اسلام کا منارِ نور مٹ جاتا اور ملحدین و اہل بدعت وضعِ احادیث اور اسانید کو الٹ پلٹ کرنے پر قادر ہو جاتے اور احادیث اگر اسانید سے خالی ہو جائیں تو ادھوری رہ جائیں"۔[19]

امتِ محمدیہ ﷺ کے خصائص میں سے ایک خاصہ علمِ اسناد بھی ہے جو اسے دوسری امتوں سے ممتاز کرتا ہے۔ علامہ ابن صلاح (م643ھ) فرماتے ہیں:

"أصل الإسناد خصيصة فاضلة من خصائص هذه الأمة، وسنة بالغة من السنن المؤكدة"۔

"اصلِ اسناد اس امت کے فضیلت والے خصائص میں سے ہے اور سنن موکدہ میں سے ایک بلیغ سنت ہے"۔[20]

امام قسطلانی (م923ھ) فرماتے ہیں:

Ibn-e-Ḥabān, Muqadmah al-Majroḥīn, P.27

[19]۔ الحاکم، ابوعبداللہ، محمد بن عبداللہ، معرفۃ علوم الحدیث، (دار الکتب العلمیۃ، بیروت، الطبعۃ الثانیۃ ۱۳۹۷ھ)، ص ٦

Al-Ḥākim, Abū ʻAbdullāh, Muḥammad bin ʻAbdullāh, Maʻrifah ʻUlūm ul-Ḥadīth, (Dār al-Kutab al-ʻIlmiyah, Berūt, al-ṭabaʻta al-Thāniah, 1397 A.H), P.6

[20]۔ ابن صلاح، ابوعمرو، عثمان بن عبدالرحمن، معرفۃ انواع علوم الحدیث، (المکتبۃ العلمیۃ، المدینۃ المنورۃ، الطبعۃ ۱۳۸٦ھ)، ص ۲۰

Ibn-e-Ṣalāḥ, Abū ʻUmrū, ʻUthmān bin ʻAbdul Reḥmān, Maʻrifah Anwāʻ ʻUlūm al-Ḥadīth, (al-Maktabah al-ʻIlmiyah, al-Madīnah al-Munawarah, al-ṭabaʻta, 1386 A.H), P.20

"قال أبو بكر محمد بن أحمد: بلغنی أن الله خص هذه الأمة بثلاثة أشياء لم يعطها من قبلها:
"الإسناد والأنساب والإعراب"۔

"یعنی اللہ نے اس امت کو تین ایسی چیزوں کے ساتھ خاص کیا ہے جو اس امت سے پہلے کسی کو عطا نہیں کی گئیں: علم الاسنا، علم الانساب، علم الاعراب"۔[21]

امام ابن حزم ظاہری (م456ھ) نے امتِ محمدیہ ﷺ کی اس خصوصیت کے بارے میں انتہائی نفیس اور مفصل گفتگو فرمائی ہے جس کا خلاصہ امام جلال الدین سیوطی (م911ھ) نے بیان کیا ہے:

"ثقہ راوی کا ثقہ راوی سے اتصالِ سند کے ساتھ نبی کریم ﷺ تک (حدیث کو نقل کرنا)، اللہ تعالی نے تمام امتوں میں سے امتِ مسلمہ کو خاص کر دیا ہے، ارسال اور اعضال کے طریقہ پر نقل کرنا تو بہت سارے یہودی میں بھی پایا جاتا ہے۔ لیکن اس طریقے سے وہ حضرت موسی علیہ السلام سے اتنا قریب نہیں ہوتے جتنا ہم سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے قریب ہوتے ہیں بلکہ وہ اتنا پیچھے رک جاتے ہیں کہ ان کے اور سیدنا موسی علیہ السلام کے مابین تیس زمانوں سے زیادہ کا زمانہ ہوتا ہے (تقریباً پندرہ سو سال). یہودی جناب شمعون وغیرہ تک پہنچتے ہیں۔

نصاری کے نزدیک بھی نقل کلام اس طریقہ پر صرف تحریم طلاق میں ہے۔ البتہ کذاب اور مجہول العین راویوں کے طریقہ پر یہودی و نصاری میں نقلِ کلام بہت زیادہ ہے۔

صحابہ وتابعین کے اقوال کی جہاں تک بات ہے تو یہود کے لیے ممکن ہی نہیں کہ وہ کسی نبی کے صحابی اور تابعی تک پہنچیں اور نہ ہی نصاری کے لیے ممکن ہے کہ وہ جناب شمعون اور بولص سے اوپر تک پہنچیں"۔[22]

ابن حزمؒ (م456ھ) نے اس پر تفصیل سے کلام کیا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے:

---

[21]۔ القسطلانی، شہاب الدین، احمد بن محمد، المواہب اللدنیۃ، (المکتبۃ التوفیقیۃ، قاہرہ، الطبعۃ، س ن)، ج۲، ص۴۱۶

Al-Qasṭalānī, Shahāb ul-Dīn, Aḥmad bin Muḥammad, al-Mawāhib al-Duniyah, (al-Maktabah al-Taufīqiyah, Qāhirah, al-ṭaba'ta), Vol.2, P.416

[22]۔ السیوطی، جلال الدین، عبد الرحمن، تدریب الراوی، (المکتبۃ العلمیۃ، المدینۃ المنورۃ، الطبعۃ الأولی ۱۳۷۹ھ)، ص۳۵۸۔۳۵۹

Al-Sayyūṭī, Jalāl ul-Dīn, 'Abdul Reḥmān, Tadrīb al-Rāwī, (al-Maktabah, al-'Ilmiyah, al-Madīnah al-Munawarah, al-ṭaba'tah al-aolā, 1379 A.H), P.358-359

”کسی قابلِ اعتماد راوی کا اپنے ہی جیسے راوی سے بات نقل کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچانا، جس میں مذکورہ راوی اپنے استاذ کا نام اور نسب بھی بتائے، دونوں کی ذات، صفات، زمانہ اور مکان بھی متعین ہوں، راویوں کی راست بازی اور سچائی بھی نمایاں ہو، یہ تنہا مسلمانوں کی خصوصیت ہے۔[23]

خطیب بغدادیؒ (م463ھ) امام محمد بن حاتمؒ کے حوالے سے ذکر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

”اللہ تعالیٰ نے اس اُمت کو اسناد کے اعزاز سے نوازا ہے، پہلے کی قدیم یا جدید، کسی امت کے ہاں یہ خصوصیت نہیں، ان کے ہاں وہ صحیفے ہیں جن میں انہوں نے اپنی باتیں ملائی ہیں، اور اپنی باتوں کو تورات وانجیل کے کلام سے جدا کرنے کا ان کے پاس کوئی پیمانہ نہیں۔[24]

امتِ مسلمہ میں سے بھی یہ فضیلت صرف اہلسنت وجماعت کو حاصل ہے۔ روافض اور دیگر بدعتی فرقے اس فضیلت سے محروم ہیں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ (م728ھ) فرماتے ہیں:

” والإسناد من خصائص هذه الأمة، وهو من خصائص الإسلام، ثم هو في الإسلام من خصائص أهل السنة. والرافضة من أقل الناس عناية إذ كانوا لا يصدقون إلا بما يوافق أهواءهم، وعلامة كذبه أنه يخالف هواهم ; ولهذا قال عبد الرحمن بن مهدي: أهل العلم يكتبون ما لهم وما عليهم، وأهل الأهواء لا يكتبون إلا ما لهم“۔

"اسناد اس امت کے خصائص میں سے ہے، (اس طرح) اسلام کے خصائص میں سے ہے، پھر وہ اسلام میں اہلسنت کے خصائص میں سے ہے، روافض کے بہت کم لوگ اس کا اعتناء کرتے ہیں کیوں کہ یہ صرف اسی بات کی تصدیق کرتے ہیں جو ان کی خواہش کے موافق ہوتی ہے، اور اس بات کے جھوٹا ہونے کی نشانی یہ ہوتی ہے کہ وہ بات ان کی ہوائے نفس کے خلاف ہے۔ اسی لیے

23۔ ابن حزم، أبو محمد، علی بن احمد، الفصل فی الملل والأھواء والنحل، (مکتبۃ الخانجی، القاھرہ، الطبعۃ: س ن)، ج ۱، ص ۸۹

Ibn-e-Ḥazam, Abū Muḥammad, ‘Alī bin Aḥmad, al-Faṣal fi al-Malal wa al ahwā’ wa al-Naḥal, (Maktabah al-Khānjī, al-Qāhirah, al-ṭaba‘ta), Vol.1, P.89

24۔ الخطیب البغدادی، احمد بن علی، شرف اصحاب الحدیث، (دار أحیاء السنۃ النبویۃ، أنقرہ، الطبعۃ: س ن)، ص ۹۲

Al-Khaṭīb al-Baghdādī, Aḥmad bin ‘Alī, Sharaf Aṣḥāb al-Ḥadīth, (Dār Aḥyā’ al-Sunnah al-Nabawiyah, Anqarah, al-ṭaba‘ta), P.92

عبدالرحمن بن مھدی فرماتے ہیں: اہل علم ہر وہ بات لکھتے ہیں جو ان کے حق میں ہو یا ان کے خلاف ہو لیکن اہل ہوا صرف وہی بات لکھتے ہیں جو ان کے حق میں ہو"۔[25]

لہذا اسناد ہی ایسی صحیح خوردبین ہے جس کے ذریعے حق و باطل، صدق و کذب اور صحیح و غلط کے مابین فرق کیا جا سکتا ہے۔

مستشرقین کی گواہی:

مستشرقین بھی یہ بات تسلیم کرتے ہیں کہ علم الاسناد میں نہ صرف شرف اولیت مسلمانوں کو حاصل ہے بلکہ ایسا علم مسلمانوں کے علاوہ کسی قوم کو حاصل ہی نہیں ہے۔ایک انگریز مصنف باس ورتھ نے اپنی ایک کتاب میں لکھا ہے کہ:

"علمِ رجال کی مدد سے حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی زندگی کا ہر گوشہ اور آپ کا ہر ارشاد مبارک اور آپ ﷺ کا ہر فعل روزِ روشن کی طرح ایسے واضح ہے جیسے کوئی چیز سورج کی روشنی کے سامنے ہوتی ہے اور اس میں کوئی التباس نہیں ہوتا کہ یہ کیا چیز ہے۔"[26]

مشہور مغربی مستشرق ڈاکٹر سپرنگر، جس نے حافظ ابن حجر عسقلانی (م 855ھ) کی مشہور کتاب "الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ" ایڈٹ کی ہے اور اس پر انگریزی زبان میں ایک مقدمہ تحریر کیا ہے، اس مقدمے میں اس نے یہ لکھا ہے " کہ دنیا کی کوئی قوم اس باب میں مسلمانوں کا مقابلہ نہیں کر سکتی کہ رجال جیسا فن اس کے پاس ہو۔نہ ماضی میں کسی قوم میں ایسا فن ہوا ہے، نہ آئندہ اس کا کوئی امکان ہے کہ رجال جیسا فن، جیسا کہ مسلمانوں میں ہے، کسی اور قوم میں وجود میں آئے۔"[27]

---

[25]۔ابن تیمیہ، تقی الدین، احمد بن عبدالحلیم، (منھاج السنۃ، طبعۃ بولاق، قاھرہ، الطبعۃ الاولی ۱۳۲۲ھ)، ج۴، ص ۱۱

Ibn-e-Taimiyah, Taqī al-Dīn, Aḥmad bin ‘Abd ul-Ḥalīm, (Minhāj al-Sunah, ṭaba‘tah Būlāq, Qāhirah, al-ṭaba‘ta al-aolā, 1322 A.H), Vol.4, P.11

[26]۔غازی، ڈاکٹر، محمود احمد، محاضرات حدیث، (مطبوعہ، الفیصل ناشران، اردو بازار، لاہور)، ص ۱۹۸

Ghāzī, Doctor, Meḥmood Aḥmad, Muḥāḍirāt e Ḥadīth, (Maṭbū‘ah, al-Faiṣal Nāshrān, Urdū Bazār, Lāhore), P.198

[27]۔ محمود احمد غازی، محاضرات حدیث، ص ۱۹۸

Meḥmood Aḥmad Ghāzī, Muḥāḍirāt e Ḥadīth, P.198

عصرِ حاضر میں علمِ اسناد کی ضرورت واہمیت:

موجودہ دور میں بھی علم اسناد کی ضرورت واہمیت کا انکار نہیں کیا جا سکتا بلکہ عصرِ حاضر میں اس علم کی ضرورت اور بڑھ گئی ہے جب اسلام اور امت کو نئے نئے چیلینجز اور مختلف مسائل کا سامنا ہے، لادینی اور سیکولر قوتیں اپنے عزائم کی تکمیل کے لیے مختلف انداز سے ہمارے اوپر حملہ آور ہو رہی ہیں، انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا پر مختلف ویب سائٹس، پیجز اور ٹی وی چینلز کے ذریعے مسلمانوں کے عقائد و نظریات کو ڈاواں ڈول کیا جا رہا ہے اور ان کے ذہنوں کو مختلف مغالطوں کے ذریعے تشکیک میں مبتلا کیا جا رہا ہے، اسلام اور پیغمبرِ اسلام ﷺ کی طرف غلط باتیں منسوب کر کے اقوامِ عالم کے سامنے دینِ حنیف کا مسخ شدہ چہرہ پیش کیا جا رہا ہے، اس طرح دین کے نام پر کہیں پہ قادیانی لابی فعّال نظر آتی ہے تو کہیں "قرآن ہمارے لیے کافی ہے" کے خوشنما نعرے کے ذریعے پرویزی طبقہ پھر سے سر اٹھا رہا ہے، آئے روز بے سر و پا احادیث سوشل میڈیا پر ڈالی جا رہی ہیں اور بلا تحقیق انہیں پھیلایا (forward) جا رہا ہے۔ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب اقوال بغیر کسی سند کے اکثر پھیلائے جاتے ہیں، واعظین کی تقاریر میں موضوع و من گھڑت احادیث کی بھرمار نظر آتی ہیں اور اسی طرح حضرات صوفیاء کی کتب میں اغیار نے بہت سارا مواد گھسیڑ دیا ہے۔

ائمہ وجرح وتعدیل نے رجال پر بحث فرما کر رسول اللہ ﷺ کی جملہ احادیث کا اگرچہ حکم بیان کر دیا تھا، تمام اُحادیث اپنی سندوں کے ساتھ محفوظ ہیں تاہم ضرورت اس امر کی ہے کہ اس دور میں علمِ اسناد کے بنیادی قواعد وضوابط، جرح وتعدیل کے مراتب والفاظ، اس فن کے ماہر ائمہ کا تعارف اور ان کا منہج واسلوب اور کتبِ رجال کا تعارف اور ان سے استفادہ کا طریقہ وغیرہا امور کا علم حاصل کیا جائے، ایک دینی طالب علم بالخصوص علمِ حدیث سے شغف رکھنے والوں کے لیے یہ انتہائی ضروری ہے تاکہ ملحدین اور وضاعین کی طرف سے کوئی بے سند حدیث یا رکیک و واہی سند کے ساتھ حدیث آئے تو سند کے ہتھیار کو استعمال کیا جا سکے، اس طرح ایسی روایات جو روایت ودرایت کے اصولوں کے خلاف لگ رہی ہوں، ان کے متعلق بیان کرنے والے سے سند کا مطالبہ کیا جائے۔

امام شافعی (م204ھ) فرماتے ہیں کہ حضرت سفیان بن عیینہ (م198ھ) بیان کرتے ہیں کہ شہاب زہری (م124ھ) نے ایک دن ایک حدیث بیان کی۔ میں نے کہا: اسے بغیر سند کے بیان کریں۔ زہری نے فرمایا: کیا بغیر سیڑھی کے چھت پہ چڑھ جاؤ گے؟[28]

علمِ اسناد خالص علمی اور فنی موضوع ہے، عوام الناس کو اس علم کا مکلف تو نہیں بنایا جا سکتا البتہ انہیں اس کی اہمیت اور ضرورت سے متعلق آگاہی فراہم کی جانی چاہیے کیوں کہ مستشرقین اور منکرین حدیث عوام اور بالخصوص جدید ذہنوں کو یہ کہ کر تشکیک میں ڈالتے ہیں کہ یہ کس طرح ممکن ہے کہ چودہ سو سال کے عرصے میں احادیث میں کوئی تبدیلی نہ آئی ہو؟ ممکن ہے لوگوں نے اپنی طرف سے باتیں شامل کر کے حضور ﷺ کی طرف منسوب کر دی ہوں۔ علم اسماء الرجال اور علمِ اسناد کے ذریعے ہم عوام کو یہ باور کرا سکتے ہیں کہ رسول ﷺ کی احادیث کی حفاظت کے لیے اہل اسلام نے کس طرح غلط کو صحیح سے اور کھوٹے کو کھرے سے علیحدہ کر دیا ہے۔

خلاصہ بحث:

علمِ اسناد امتِ محمدیہ ﷺ کا خاصہ ہے، مسلمان بجا طور پر اس پر فخر کر سکتے ہیں اور اقوامِ عالم کو بتا سکتے ہیں کہ وہ اپنے پیغمبر ﷺ سے کس طرح والہانہ عشق اور محبت کرتے ہیں کہ آپ کے اقوال و افعال اور احوال بلکہ جملہ اداؤں کو محفوظ رکھنے کے لیے علم اسماء الرجال اور علمِ اسناد وجود میں لائے ہیں۔ اس علم کی ضرورت اور اہمیت شروع سے لے کر آج تک مسلم ہے۔ بڑے بڑے ائمہ دین نے علمِ اسناد کو دین کا حصہ قرار دیا ہے بلکہ دین کی بنیاد علم اسناد کو ٹھرایا ہے۔ عصرِ حاضر میں اس کی اہمیت دوچند ہو گئی ہے۔ حدیث کی حجیت کا انکار دراصل علمِ اسناد سے ناواقفیت اور بے توجہی کا نتیجہ ہے۔ سوشل میڈیا اور دیگر جدید ذرائع ابلاغ کے ذریعے بلا سند احادیث پھیلانے کے سلسلے کو سند کے ذریعے ہی روکا جا سکتا ہے۔

سفارشات و تجاویز:

1. علمِ اسناد کو بطورِ لازمی مضمون کے دینی مدارس کے نصاب میں شامل کیا جائے۔
2. اس علم کو پڑھانے کے بعد امہات کتبِ رجال کی مدد سے مختلف احادیث کی سندوں پر مشق کرائی جائے۔

28۔ شرح علل الترمذی، ج۱، ص۵۸۔۵۹

Sharaḥ ‘Ilal al-Tirmizī, Vol.1, P.58-59

3. شیوخ الحدیث، حدیث کی تدریس میں جس طرح متنِ حدیث پر کلام کرتے ہیں اسی طرح سند پر بھی بحث کریں اور اختصار کے ساتھ رواۃ حدیث کا تعارف اور مرتبہ بھی بیان کر دیں۔
4. علماء حدیث خواص کی مجلس میں سند کے ساتھ احادیث بیان کرنے کی عادت بنائیں۔
5. تدریس میں کتبِ رجال کے تعارف کی حد تک اکتفانہ کیا جائے بلکہ امہات کتب کے مقدمات اور منتخب حصے سبقاً پڑھانے چاہیں۔
6. بلاسند اور غیر معروف کتب کی احادیث علماء کی تصدیق کے بغیر عوامی محفلوں میں بھی نہ بیان کی جائیں۔
7. نیٹ پہ پڑی احادیث پر اعتماد نہ کیا جائے بلکہ سند تلاش کر کے اس حدیث کا حکم نکالا جائے۔
8. حدیث اور علومِ حدیث میں سے مثلاً جرح وتعدیل اور علمِ اسناد کی خدمت کرنے والے کے لیے اُخلاص پہلا ادب ہے۔ علامہ ابن صلاح (م663ھ) فرماتے ہیں:

"فمن أراد التصدي لإسماع الحديث، أو لإفادة شيء من علومه، فليقدم تصحيح النية وإخلاصها، وليطهر قلبه من الأغراض الدنيوية وأدناسها، وليحذر بلية حب الرياسة، ورعوناتها"۔

''جس شخص کا حدیث سنانے یا اس کے علوم میں سے کسی علم سے فائدہ پہچانے کا ارادہ ہو تو اسے سب سے پہلے نیت درست کرنی چاہیے اور اخلاص پیدا کرنا چاہیے اور اسے اپنے دل کو دنیوی اغراض وآلائش سے پاک کرنا چاہیے، حبِ اقتدار اور اس کی رعونتوں کی بلا سے اسے بچانا چاہیے''۔[29]

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

[29]۔ الحاکم، علوم الحدیث، ص ۲۱۳

Al- Hakim,'Ulūm ul Ḥadīth, P.213